بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

شیخ محمد اشرف

مولانا غلام اللہ خان

ترجمان الحدیث کے اجراء سے لے کر آج تک کئی ایک قریبی دوست احباب اور بزرگ اس دنیائے فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے لیکن تصریحات میں ان کے بارہ میں کبھی تعزیتی سطور نہیں لکھی گئیں لیکن اب کے ایک ایسے شخص نے ہمیں داغ مفارقت دیا کہ جس کا ذکر کیے بغیر ترجمان اپنے بار سے سبکدوش نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ وہ شخص ترجمان کے اجراء کا سبب اور محرک ہوا اور پچھلے شمارہ تک اسی کے نام کی پرنٹ لائن کے ساتھ شائع ہوتا رہا اور اس کوچ کرنے والے شخص کا نام ہے شیخ محمد اشرف۔

شیخ محمد اشرف صاحب سے میرا پہلا دو بدو تعارف دسمبر ۱۹۶۰ء میں اس وقت ہوا جب کہ میں مدینہ یونیورسٹی سے سندِ تحصیل لے کر پاکستان آیا۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کے ایماء پر اہل حدیث کی قدیم جامع چینیاں والی کی خطابت اور اسی زمانہ میں جمعیت اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ "الاعتصام" کی ادارت کے فرائض سنبھالنے کے لیے لاہور وارد ہوا۔

جامع چینیاں والی کے سیکرٹری کی حیثیت سے شیخ صاحب سے ابتدائی ملاقات حضرت کی معیت میں میاں عبد العزیز صاحبؒ مالواڈہ کے گھر پر ہوئی اور پہلی ہی ملاقات میں اندازہ ہوا کہ شیخ صاحب دین کی محبت اور مسلک سے والہانہ پیار کے جذبات سے سرشار ہونے کے ساتھ بڑے اکل کھرے اور صاف گو انسان ہیں اور معاملات میں کسی گول مول رویے اور ابہام کو اختیار کرنے کے عادی نہیں، اور انھوں نے میرے متعلق میری موجودگی میں بغیر کسی پاس لحاظ کے حضرت سلفیؒ سے واشگاف الفاظ میں کہا کہ: مجھے یقین نہیں کہ اس نوآموز نوجوان کی وجہ سے جامع چینیاں والی کی رونق رفتہ واپس آ سکے گی۔ اور حضرتؒ کے اصرار پر کہا: اچھا ہم دو تین ہفتے آپ کی خاطر دیکھ لیں گے ورنہ پھر کسی اور خطیب کا بندوبست کر لیا جائے گا۔

مجھے یہ صاف گوئی اور کھرا پن کچھ اتنا اجنبی تو نہ لگا کہ میں خود اس مرض کا بچپنے سے شکار ہوں۔ لیکن انسانی فطرت کی بنا پر کچھ تلخی محسوس کیے بغیر بھی نہ رہا، اگرچہ یہ تلخی دو تین ہفتوں سے زیادہ نہ رہی کہ شیخ صاحب مسجد کی ابتدائی رونق ہی دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔ اور کئی دفعہ اپنی پہلی گفتگو کے حوالہ سے شگفتگی پیدا کرتے رہے کہ اگر ہم ابتداءً دھمکی نہ دیتے تو تم خطابت پر اتنی محنت نہ کرتے۔

۷۶ء کے آخری دنوں سے لیکر مئی ۸۰ء کے ابتدائی دنوں تک کا عرصہ میں نے ان کی رفاقت میں گزارا۔ اس عرصہ میں کئی مراحل آئے اور کتنی ہی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ لیکن چند ابتدائی دنوں کو چھوڑ کر کہ جب وہ اپنی صاف گوئی اور ہم اپنی بے باکی کو اجاگر اور نمایاں کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ کبھی میرا اُن سے کسی بھی مسئلہ پر اختلاف نہ ہوا۔ مَیں نے مسجد کے بارہ یا مدرسہ کے بارہ میں جب بھی کوئی بات کہی انہوں نے فوراً تسلیم کر لی جیسے کہ میری بات خود ان کے اپنے منہ سے نکلی ہو، کئی دفعہ لوگوں نے کہا بھی۔ اور ایک دفعہ تو بعض احباب نے خصوصاً کہا کہ آپ سیکرٹری ہی نہیں، جامع کے متولی بھی ہیں۔ آپ ان کی ہر بات بلا چون وچرا کیسے مان لیتے ہیں۔ فوراً جواب دیتے۔ انہوں نے جامع کی عظمت رفتہ واپس پلٹائی ہے۔ میں اُن کے اس احسان کا بدلہ اس کے سوا اور کسی صورت میں نہیں دے سکتا کہ ان کی کسی بات کو ردّ نہ کروں۔

مجھے معلوم ہوتا تو مَیں ان سے کہتا۔ شیخ صاحب! آپ کمال کرتے ہیں۔ آپ تو مسجد ومدرسہ ہی، بے رائے ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ زور سے قہقہہ لگا کر ہنستے کہ یہ ان کا خاص انداز تھا۔ اور کہتے کہ ہم نے آپ کی ایسی تربیت کر دی ہے کہ اب آپ بات ہی وہی کہتے ہیں جو ہم چاہتے ہیں۔

شیخ صاحب لوگوں کی خوبیوں کے اعتراف میں بڑے کشادہ ظرف واقع ہوئے تھے۔ جب بھی کسی میں کوئی اچھی بات دیکھتے۔ کئی کئی دن اپنے تمام ملنے والوں سے اس کا تذکرہ کرتے رہتے۔

مَیں نے چنیانوالی میں اپنے پہلے رمضان کے مصلے کے دوران پڑھی ہوئی منزل کا خلاصہ بیان کرنا شروع کیا۔ شہر بھر میں بڑی شہرت ہوئی۔ کئی جگہ لوگوں نے اس کی متابعت کی۔

اور اس چرچے میں شیخ صاحب کا اپنا بڑا حصہ تھا۔ جگہ جگہ جاتے اور اس کا ذکر کرتے اور پھر جب انتیسویں شب ختم قرآن پر شیخ صاحب میرے لیے کپڑوں کا ایک جوڑا، شیروانی کہ یہ میرے لباس کا جزو ہوا کرتی تھی جوتی اور کچھ روپے لے کر آئے اور میں نے انہیں قبول کرنے سے انکار کیا تو شیخ صاحب لمحہ بھر کے لیے حیرت زدہ رہ گئے اور بعد میں جب رب کریم نے مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے وا کیے تو ہر شخص کو کہتے پھرتے تھے۔ ہم نے تو اسی دن کہہ دیا تھا۔ کہ اس کے لچھن اور ہیں اور خداوند عالم اس کو ضرور نوازے گا۔

اور جس دن میں نے اپنے مالک و مولیٰ کی توفیق سے پہلی مرتبہ جامع کے لیے اپنی طرف سے سب سے زیادہ چندہ دینے والے کے برابر (اور ظاہر ہے کہ وہ شیخ صاحب ہی تھے۔) چندہ دینے کا اعلان کیا تو شیخ صاحب اپنی خوشی اور مسرت پر قابو نہ پا سکے اور جلدی سے مائیک پر آکر پندرہ منٹ تک اپنے مخصوص انداز میں اس بارہ میں گفتگو کرتے رہے۔

بارہ ساڑھے بارہ سال کے اس عرصہ میں مجھے شیخ صاحب رح کے ساتھ کئی لمبے سفروں کا اتفاق بھی ہوا، ایک مرتبہ حج، دوسری مرتبہ عمرہ، تیسری مرتبہ سعودی عرب مصر شام اور دیگر عرب ممالک اور چوتھی دفعہ یورپ اور انگلستان وغیرہ کے لمبے سفر کے مواقع میسر آئے۔ میں نے ان طویل اور مختصر سفروں میں۔ کہ سفر انسان کی اصلیت اور حقیقت کو بہت جلد آشکار کر دیتا ہے۔ دیکھا کہ شیخ صاحب رح ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں۔ جن کا ظاہر و باطن ایک سا ہوتا ہے اور پھر یہ کہ وہ بے پناہ قوت ارادی اور عزم و ہمت کے انسان تھے۔ ان کے ساتھ سفر میں کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ ان میں بے ہمتی کمزور دلی اور تھکاوٹ نام کی بھی کوئی چیز پائی جاتی ہے۔

اسپین کے سفر میں بارشلونہ کی سرسبز و شاداب وادیوں میں انسان مناظر فطرت میں گم ہو کر رہ جاتا ہے اور ایک دن میں اتنا جذباتی ہوا کہ صبح سے شام تک اس کے مرغزاروں سبزہ زاروں اور کہساروں اور نغمہ ریز، نغمہ سنج آبشاروں میں کھویا رہا، حتیٰ کہ سورج ڈوبتے ہوئے جب میرے قدم جواب دے گئے اور میری پنڈلیاں دکھنے لگیں تو میں واپسی کے لیے پلٹا۔ شیخ صاحب رح میرے ساتھ تھے۔ ہوٹل پہنچ کر میری ہڈیاں چٹخنے لگیں اور

مَیں عشاء کی نماز پڑھ کر بستر پر دراز ہو گیا۔ اور سوچنے اور اپنے آپ کو کوسنے لگا۔ کہ آج میں نے اپنے بوڑھے ساتھی کو بہت تکلیف دی ہے کہ اتنی دیر میں شیخ صاحبؒ زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے میرے کمرہ میں آئے اور کہنے لگے! مَیں نے سوچا کہ آپ بہت تھک گئے ہوں گے۔ آپ میرے امام ہیں اس لیے اجازت دیں، مَیں آپ کے قدم دبا دوں۔

مَیں اتنا خفیف اور شرمندہ ہوا کہ ایک ۷۸ سال کا بوڑھا سارا دن میرے ساتھ چمن پیمائی کرتا اور پہاڑوں کی ترائیوں اور اونچائیوں میں لڑکھڑاتا رہا۔ لیکن اس کی پیشانی پہ تو شکن نہیں پڑی۔ اور وہ اسی طرح تروتازہ ہے، جس طرح صبحدم تھا اور میں جوان ہونے کے باوجود بے دم ہوا جا رہا ہوں۔ یہ ان کی جوان ہمتی کی ایک معمولی جھلک ہے۔

بعینہٖ اسی طرح کا واقعہ سفرِ حج میں غارِ حرا پر چڑھتے ہوئے پیش آیا۔ کہ سخت گرمی کے دن دوپہر کی جھلسا دینے والی تپش اور شیخ صاحبؒ جوان عزم کے ساتھ غارِ حرا پہ پہنچنے والے جوانوں میں سے سب سے آگے تھے۔

شیخ اشرفؒ ذاتی اوصاف اور خوبیوں کے ساتھ ساتھ قدرت کے ایک عظیم عطیہ کے بھی حامل تھے کہ ربِ کریم نے انہیں انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر کے بے پناہ ذخیرے کی اشاعت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ اپنی وفات تک انہوں نے قرآن حکیم کے انگریزی ترجمہ کے علاوہ، صحیح مسلم، ابو داؤد، موطا امام مالک، مشکوٰۃ شریف کے انگریزی ترجمے چھاپ کر انگریزی دان اقوام کو اسلام سے روشناس کرانے کا شرف حاصل کیا تھا۔ اور صحیح بخاری ابن ماجہ اور سنن ترمذی کے انگریزی تراجم کی وہ بنیاد ڈال چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے انگریزی میں اسلام پر تقریباً چار سو کتابیں شائع کر کے دنیا بھر میں انفرادی کام کا ایک ریکارڈ قائم کیا کہ شاید ہی کوئی اس سلسلہ میں ان سے سبقت لے جا سکے۔

یورپ امریکہ اور افریقہ کی کوئی لائبریری بھی ایسی نہیں جس میں ان کے علیحدہ شیلف نہ ہوں۔

اسی طرح ایشیا میں بھی کوئی لائبریری ایسی موجود نہیں ہو گی، جس میں اسلام پر ان کی شائع کردہ کتب موجود نہ ہوں۔

اس کے علاوہ شیخ صاحب نے اپنے مسلک کی کتابوں کی اشاعت کے لیے ایک الگ ادارہ اہلحدیث اکادمی کے نام سے قائم کر رکھا تھا۔ جس میں اہلحدیث ترجمہ قرآن کے علاوہ امام ابن تیمیہ امام ابن قیم اور دیگر آئمہ اعلام کی بے شمار کتابیں اور ان کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

اسی طرح برصغیر کے نامور اہلحدیث علماء کی تصنیفات کو شائع کرنے کا بھی انہیں بے حد بڑا شرف حاصل ہوا۔

ان کی ان خدمات کو دیکھ کر آدمی اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ ایک اکیلے آدمی کا کام ہے بلکہ اتنا کام کئی ادارے مل کر بھی نہیں کر سکتے۔

شیخ صاحبؒ گوناگوں خوبیوں کی مالک شخصیت تھے۔ مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ میں ان کے آخری لمحات میں ان کی چارپائی کے پاس موجود تھا۔ آخری لمحات میں انہوں نے جس قدر کلمہ طیبہ اور ادعیہ مسنونہ کا ورد کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ رب کریم نے ان کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازدیا ہے۔

ان کے لبوں پہ کوئی آہ وزاری شکوہ، شکایت کا کوئی لفظ اور رنج وغم کی کوئی کیفیت نہ تھی۔ اور جمعہ کے مقدس دن وہ اپنے مالک کے بلاوہ پر اس کے حضور۔ دنیا سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ کر چلے گئے۔

لیکن بقول شاعر۔ ع رفتید دلے نہ از دلِ ما

خداوند ستار و غفار اُن کے درجات بلند کرے اور اُن کے پس ماندگان کو اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ابھی شیخ صاحبؒ کے صدمہ سے طبعیت بحال نہ ہوئی تھی۔ کہ ایک اور تازہ صدمہ نے نڈھال کر دیا۔

پاکستان کے اہل توحید کے سرخیل مولانا غلام اللہ خاں صاحب کچھ عرصہ قبل سعودی عرب اور خلیج کی ریاستوں کے دورے پر گئے تھے۔ کہ وہیں سے اچانک یہ غمناک خبر موصول ہوئی کہ دل کے دورہ نے ان کی زندگی کا دور ختم کر کے رکھ دیا ہے۔

مولانا غلام اللہ خاںؒ علماء کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا